العصر ریسرچ جرنل

AL-ASR Research Journal

Publisher: Al-Asr Research Centre, Punjab Pakistan

E-ISSN 2708-2566   P-ISSN2708-8786

Vol.02, Issue 03 (July-September) 2022

HEC Category "Y"

https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/index

Title Detail

Urdu/Arabic: فواصلِ آیاتِ قرآنیہ اور قرآنی بلاغت: تحقیقی مطالعہ

English: **Study of Quranic *Fawasil* (Quranic Phonemics) and their role in *Balaghah* (Rhetoric) of the Holy Quran**

Author Detail

1. Dr. Abid Naeem

Assistant Professor

Department of Religious Studies, FC College University, Lahore

ORCID: https://orcid.org/0000-0001-5819-6649

Email: abidnaeem@fccollege.edu.pk

2. Dr. Shumaila Majeed

Assistant Professor

Department of Islamic studies, University of Sialkot

ORCID: https://orcid.org/0000-0003-3441-4757

Email: shumaila.majeed@uskt.edu.pk

3. Usama Siddiqi

Assistant Professor of Islamiat,

Govt. Islamia Graduate College Railway Road, Lahore

Email: usamasiddiqipk@gmail.com

Citation:

Dr. Abid Naeem, Dr. Shumaila Majeed, and Usama Siddiqi. 2022. "فواصلِ آیاتِ قرآنیہ اور قرآنی بلاغت: تحقیقی مطالعہ". AL- ASAR Islamic Research Journal 2 (3). https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/article/view/43.

Copyright Notice:

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

فواصلِ آیاتِ قرآنیہ اور قرآنی بلاغت: تحقیقی مطالعہ

Study of Quranic *Fawasil* (Quranic Phonemics) and their role in *Balaghah* (Rhetoric) of the Holy Quran

Dr. Abid Naeem
Assistant Professor
Department of Religious Studies, FC College University, Lahore
ORCID: https://orcid.org/0000-0001-5819-6649
Email: abidnaeem@fccollege.edu.pk
Dr. Shumaila Majeed
Assistant Professor
Department of Islamic studies, University of Sialkot
ORCID: https://orcid.org/0000-0003-3441-4757
Email: shumaila.majeed@uskt.edu.pk
Usama Siddiqi
Assistant Professor of Islamiat,
Govt. Islamia Graduate College Railway Road, Lahore
Email: usamasiddiqipk@gmail.com

ABSTRACT
Arabic, among other world languages, has a unique status owing to its linguistic and meaning related qualities. It is Ilm al Balaghah (Science of Arabic Rhetoric) that plays vital role in making Arabic a top language in the arena of linguistics.
Ilm al Balaghah is the name of a science which deals with the art with which a speaker successfully communicates his message to the listener through effective communication. The listener is engaged in listening what the speaker is saying. This objective is accomplished by the use of figures of speech and other compositional techniques. Having possessed this quality of effective communication, a talk becomes a rhetoric talk and speaker a rhetoric speaker.
Ilm al Balaghah has three branches, namely ilm al-Ma'ani (Science of Semantics), ilm al-Bayan (Science of Expression) and ilm al-Badi' (Science of Embellishment). This paper throws light on al-Fasilah (the last word of a Quranic verse) and its branches being important branches of al-Balaghah and they not play vital role in Quranic aesthetics but rather making the Quran a master piece of eloquence and rhetoric, even unbeatable by the most eloquent and rhetoric poets and writers of the Arabs.
Key Words: al-Fasilah, al-Balaghah, al-Badi'

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ الہامی کتاب اور عظیم خدائی معجزہ ہے، لہٰذا مقابلے کی دعوت کے باوجود فصحاء وبلغاءِ عرب اس کے مقابلے سے عاجز آگئے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک اس عظیم اور بلیغ ہستی کا کلام ہے، جو تمام علوم وفنون اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔لہٰذا انسانی کلام کے لیے اپنی محدود صلاحیتوں کے ساتھ، خدائی کلام کا مقابلہ بھلا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ قرآن پاک کی اس بلاغت میں فواصلِ آیاتِ قرآنیہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں فواصلِ قرآنیہ کے بلاغت سے تعلق اور قرآنی بلاغت میں فواصل کے کردار کے حوالے سے بحث کی جائے گی۔

بلاغت کا لغوی معنی:

علامہ ابن منظور نے "بلغ" کا لغوی معنی پہنچنا، پہنچانا اور کافی ہونا بیان کیا ہے، نیز بلاغت کا معنی طلاقت وفصاحتِ لسانی بتایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"بلغ الشئ يبلغ بلوغا وبلاغا: وصل و انتهى، و أبلغه هو إبلاغا وبلّغه تبليغا، والبلاغ: الكفاية، والبلاغ: الإبلاغ والبلاغة: الفصاحة"[1]

علامہ راغب اصفہانی اس لفظ کی لغوی تحقیق فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

"البلوغ والبلاغ: الانتهاء إلى أقصى المقصد، والمنتهى مكانا كان أوزمانا أو أمرا من الأمور المقدرة، وربما يعبر به عن المشارفة عليه وإن لم ينته إليه" [2]

بلوغ اور ابلاغ کے الفاظ مقصد کی انتہاء تک پہنچ جانے کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور وہ مقصد جس تک رسائی حاصل ہوئی ہے، عام ہے کہ کوئی مقام ہو یا زمانہ ہو یا کوئی اور امر ہو۔ بعض اوقات بلوغ اور بلاغ کے الفاظ اس موقع پر بھی استعمال کئے جاتے ہیں کہ جب مقصود سے محض قرب حاصل ہو جائے اگرچہ اس تک مکمل رسائی حاصل نہ ہوئی ہو۔

Edward William Lane بلاغت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"بلغ المكان and بلوغاًالمنزل and بلاغاً , He reached, attained, arrived at , or come to the place... بلاغۃً He was, or became بليغ , i.e., فصيح [more properly signifying chaste, or perspicuous in speech, but here meaning eloquent] and sharp or penetrating or effective in tongue." [3]

بلغ المکان اور بلغ المنزل کے معنی کسی مکان تک پہنچ جانے، کسی مقام کو حاصل کر لینے یا بلیغ بن جانے کے آتے ہیں، نیز بلاغت کو طلاقت لسانی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

بلاغت کا اصطلاحی معنی:

عربی ادب کے امام، ابو عثمان، عمرو بن بحر المعروف علامہ جاحظ (م:255ھ) نے بلاغت کے مفہوم کی وضاحت درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

"لایکون الکلام یستحق اسم البلاغة حتی یسابق معناه لفظه، ولفظه معناه، فلا یکون لفظه إلی سمعک أسبق من معناه إلی قلبک" 4

کسی بھی کلام کو اس وقت تک بلاغت کی صفت کے ساتھ متصف نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس کلام کے الفاظ و معانی دونوں سریع الفہم نہ ہوں، بایں طور کہ لفظ سنتے ہی اس کا معنی و مفہوم دل و دماغ میں راسخ ہو جائے۔

معروف معتزلی عالم اور ادیب، علامہ ابو عیسیٰ علی بن عیسی المعروف علامہ رمانی (م:384ھ) کے نزدیک بلاغت کا مفہوم، "**متکلم کا بہترین الفاظ اور طرزِ کلام کا انتخاب کرتے ہوئے اپنے مافی الضمیر کو مؤثر انداز میں سامع کے ذہن تک پہنچا دینا**" ہے۔

"وإنما البلاغة إیصال المعنی إلی القلب في أحسن صورة من اللفظ" 5

علامہ ابو ہلال حسن بن عبد اللہ عسکری (م:395ھ) کے نزدیک "**بلاغت اپنے مافی الضمیر کی ایسی بھرپور ترجمانی اور ادائیگی کا نام ہے کہ جس کے ذریعے متکلم اپنی مراد کا احسن انداز سے سامع کے سامنے اظہار کر دے**"۔ علامہ کے نزدیک بلاغت کا وجود دو شرائط کے وجود پر منحصر ہے۔

(۱) کلام کے الفاظ کا انتخاب اور انداز بہترین ہو

(۲) کلام کا معنی اور مفہوم سننے والے تک مؤثر انداز میں پہنچ جائے۔

"البلاغة كل ما تبلغ به المعنى قلب السامع، فتمكّنه فی نفسه كتمكّنه فی نفسک مع صورة مقبولة ومعرض حسن" 6

یعنی بلاغت اس ادائیگی مافی الضمیر کا نام ہے کہ جس کے ذریعے مخاطب اپنا مفہوم و مقصود سامع کے دل و دماغ میں اس طرح راسخ کر دے کہ جس طرح وہ اس کے اپنے دل و دماغ میں نقش ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات کا لحاظ بھی رکھا جائے کہ کلامِ متکلم معروف و مقبول انداز پر مشتمل ہو اور ادائیگی کا طریقہ کار بھی بہترین ہو۔

بلاغت کی اقسام:

علامہ راغب اصفہانی (م:502ھ) نے بلاغت کو دو اقسام پر منقسم کرنے کے بعد "بلیغ کلام" کیلئے تین اوصاف ضروری قرار دیئے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

"--- صواباً فی موضوع لغته، وطبقاً للمعنی المقصود به، وصدقاً فی نفسه" [7]

کلام بلیغ کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ وضع لغت کے اعتبار سے درست ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ جو معنی اس سے مراد اور مفہوم ہے وہ اس کے ساتھ موافقت و مناسبت رکھتا ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ کلام سچ بھی ہو۔

خطیب قزوینی (م:739ھ) بلاغت کی دو اقسام "بلاغتِ کلام" اور "بلاغتِ متکلم" کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

"والبلاغة فی الکلام مطابقته لمقتضی الحال مع فصاحته--- وفی المتکلم ملکة یقتدر بها علی تألیف کلام بلیغ" 8، 9

کلام بلیغ اس کلام کو کہا جاتا ہے جو فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ صورتِ حال کے مناسب وموافق بھی ہو، اور متکلم بلیغ وہ متکلم کہلاتا ہے کہ جسے کلام بلیغ کی تالیف پر مکمل عبور اور قدرت حاصل ہو۔

بلاغت کے معیارات وطبقات:

علامہ رمانی کے ہاں بلاغت کے تین طبقات ہیں:

(۱)اعلیٰ ترین طبقہ

(۲)متوسط طبقہ

(۳)ادنیٰ طبقہ

بلاغت کا اعلیٰ ترین طبقہ قرآن کی بلاغت کے ساتھ مختص ہے اور یہ معجزہ ہے جس کے مقابلے میں بلیغ کلام لانے سے انسان عاجز ہیں۔ اس سے نچلے طبقات میں بلیغ انسانوں کا کلام شامل ہو سکتا ہے۔ یہ قرآن پاک کی بلاغت ہی ہے کہ جس نے عرب وعجم کو قرآن مجید جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز کر دیا۔

"فأما البلاغة فهي على ثلاث طبقات: منها ما هو في أعلى طبقة ، ومنها ما هو في أدنى طبقة ، ومنها ما هو في الوسائط بين أعلى طبقة وأدنى طبقة. فما كان في أعلاها طبقة فهو معجز، وهو بلاغة القرآن. وما كان منها دون ذلك فهو ممكن كبلاغة البلغاء من الناس--- وأعلى طبقات البلاغة للقرآن خاصة ، وأعلى طبقات البلاغة معجز للعرب والعجم كإعجاز الشعر المفحم, فهذا معجز للمفحم خاصة كما إن ذلك معجز للكافة" 10

خطیب قزوینی نے بلاغت کے دو معیارات کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱)معیارِ اعلیٰ:

یہ بلاغت کا وہ معیار اور درجہ ہے کہ جسے "حدِ اعجاز" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس معیار پر ماسوائے "کلام اللہ" کے کوئی کلام پورا نہیں اترتا۔ اس معیار کے قریب ترین درجہ "کلامِ رسول اللہ ﷺ" کا ہے۔

(۲)معیارِ اسفل:

اس معیار پر بلغاء کا کلام پورا اترتا ہے، پھر اس معیار میں بھی درجاتِ کلام متفاوت ہوتے ہیں۔ اس سے نیچے حیوانات کی آوازوں کا درجہ ہوتا ہے۔[11]

علم بلاغت کی ایک معروف تعریف کے مطابق، یہ علم تین علوم یعنی علمِ معانی، علمِ بیان اور علمِ بدیع پر مشتمل ہے۔[12] مندرجہ ذیل مقالہ میں علمِ بلاغت کا اطلاق انہی تین علوم پر کیا جائے گا۔

فواصلِ آیاتِ قرآنیہ[13] اور بلاغت کا باہمی تعلق

فواصلِ آیات قرآنیہ کا بلاغت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ فواصلِ قرآنیہ کے ساتھ منسلک خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی بلاغت کے ساتھ ان کا رشتہ بھی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مابہ الامتیاز خوبیوں میں سے ایک خوبی اس کی آیات کے اواخر کا فواصل کے ساتھ مزین ہونا قرار دیا ہے۔[14]

علماءِ بلاغت وادب نے فواصلِ قرآنیہ کو بلاغت کی ایک اہم قسم قرار دیتے ہوئے سراپائے بلاغت شمار کیا ہے۔

علامہ رمانی، علامہ ابو بکر باقلانی اور علامہ عبد القاہر جرجانی کی رائے:

علامہ رمانی اور ان کی اتباع میں علامہ ابو بکر باقلانی (م: 403ھ) اور علامہ عبد القاہر جرجانی (م: 471ھ) نے بلاغت کو دس اقسام میں منقسم فرماتے ہوئے "فاصلہ" کو ان میں سے ایک اہم قسم شمار کیا ہے، جو کہ بلاغت کے ساتھ فاصلۂ قرآنیہ کی تعلق کی ایک اہم دلیل ہے:

"البلاغة على عشرة أقسام: الإيجاز، والتشبيه، والاستعارة، والتلاؤم، والفواصل۔۔۔" 15

فواصلِ قرآنیہ کو عینِ بلاغت وحکمت قرار دیتے ہوئے علامہ رمانی نے لکھا:

"وفواصل القرآن كلها بلاغة وحكمة، لأنها طريق إلى إفهام المعاني التي يحتاج إليها في أحسن صورة يدل بها عليها۔۔۔ والفائدة في الفواصل دلالتها على المقاطع وتحسينها الكلام بالتشاكل و ابداؤها في الآي بالنظائر"

قرآنی فواصل سراپائے بلاغت وحکمت ہیں کیونکہ یہ تفہیم المعنی إلی السامع کی ضرورت کو احسن انداز میں پورا کر دیتے ہیں۔ فواصل میں یہ فائدہ بھی مضمر ہے کہ یہ اختتامِ کلام پر دلالت کرتے ہیں، اختتامِ کلام کو ہم شکل صورت میں لا کر خوبصورت بناتے ہیں اور ان جیسے نظائر دوسری آیات میں بھی لے کر آتے ہیں۔

علماءِ بلاغت نے فواصلِ قرآنیہ اور سجع میں فرق کرتے ہوئے فاصلہ کی خوبی یہ بیان کی ہے کہ ان میں الفاظ کے بجائے مفہوم مقصود بالذات ہوتا ہے اور ان کے برعکس سجع میں الفاظ مقصود بالذات ہوتے ہیں، کیونکہ سجع کا مقصود الفاظ کا ظاہری حسن اور کلام کا ہم وزن ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی فواصل کو سجع کے نام سے موسوم نہیں کیا جاتا۔[16] نیز جو امور قرآن کے کلام اللہ اور کلامِ بلیغ ہونے پر دلالت کرتے ہیں، ان میں سے ایک اہم بلیغ امر، فاصلۂ قرآنیہ بھی ہیں۔[17]

فاصلہ کی اقسام اور بلاغت:

علمِ بلاغت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فاصلۂ قرآنیہ کی درج ذیل تین تقسیمات کی گئی ہیں:

(۱) فاصلہ کی ما قبل سے ربط کے اعتبار سے تقسیم

(۲) دو فواصل کی باہم نسبت کے اعتبار سے تقسیم

(۳) علمِ بدیع کے اعتبار سے تقسیم

فاصلۂ قرآنیہ کی ما قبل سے ربط کے اعتبار سے تقسیم:

علماء بدیع نے ما قبل سے ربط کے اعتبار سے فواصل کو درج ذیل چار اقسام میں منقسم کیا ہے:

(۱) تمکین (۲) تصدیر

(۳) توشیح (۴) ایغال

(۱) تمکین (ایتلاف القافیہ):

تمکین یہ ہے کہ نثر لکھنے والا شخص قرینہ کی خاطر اور شاعر قافیہ کی خاطر کوئی ایسی تمہید ذکر کرے کہ جسکی وجہ سے قرینہ یا قافیہ اپنے مقام پر بالکل موزوں محسوس ہو، اس میں غیر موزونیت یا خلل کا کوئی شائبہ بھی نہ پایا جائے۔ نیز اس کے معنی کا ما قبل کلام کے معنی سے ایسا بھرپور اور کامل تعلق ہو کہ اگر اس قافیہ یا قرینہ کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا جائے تو معنوی خلل اور تشنگی پیدا ہو جائے، اور قرینہ یا قافیہ کا کلام میں مقام ایسا ہو کہ اگر بات کرنے والا گفتگو کرتے ہوئے قرینہ یا قافیہ کو ذکر کرنے سے پہلے خاموش ہو جائے اور قرینہ یا قافیہ کا ذکر نہ بھی کرے تو مخاطب ربط کلام اور مناسبت قرآن کی خوبی کی وجہ سے قرینہ یا قافیہ کو خود سے مکمل کر لے۔ تمکین کا دوسرا نام "ایتلاف القافیہ" بھی ہے۔ علامہ زرکشی نے ان الفاظ میں تمکین کی تعریف بیان کی ہے:

"التمكين وهو أن يمهد قبلها، تمهيداً تأتى به الفاصلة ممكنة فى مكانها، مستقرة فى قرارها، مطمئنة فى موضعها، غير نافذة ولا قلقة، متعلقاً معناها بمعنى الكلام كله تعلقاً تاماً، بحيث لو طرحت لاختل المعنى واضطرب الفهم"18

علامہ سیوطی (م: 911ھ) نے اسی تعریف کے آخر میں ایک مزید شرط کا اضافہ کیا۔ فرماتے ہیں:

" وبحيث لو سكت [أى المتكلم] عنها كمله السامع بطبعه"19

اگر متکلم اس فاصلے کو ذکر کرنے سے پہلے ہی خاموش ہو جائے تو بھی سامع مناسبتِ کلام کی وجہ سے اس فاصلے کو سمجھ جائے۔

تمکین یا ایتلاف القافیہ کی مثال سورۃ المؤمنون کی وہ آیات ہیں کہ جن میں تخلیقِ انسان کے ابتدائی مراحل کا تفصیلاً ذکر موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ" 20

ہم نے انسان یعنی (حضرتِ آدم علیہ السلام) کو منتخب مٹی سے پیدا کیا، پھر ہم نے اس (یعنی اولادِ آدم) کو نطفہ بنا کر رکھا ایک مضبوط و محفوظ جگہ (یعنی رحمِ مادر) میں، پھر ہم نے نطفہ سے لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنایا، پھر بوٹی کو ہڈیاں

بنادیا، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا، پھر ہم نے اس کو دوسری پیدائش (یعنی حس و حرکت والی) میں پیدا کیا، تو وہ اللہ بابرکت ہے جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔

ان آیات کے بارے میں کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ ان آیات کی کتابت کرواتے ہوئے ﴿خلقاً آخر﴾ تک پہنچے تو معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ جو یہ تلاوت سن رہے تھے، انسانی تخلیق کے ان مراحل کو سننے کے بعد بے ساختہ کہہ اٹھے ﴿فتبارک الله أحسن الخالقين﴾ اس پر حضور ﷺ مسکرا دیئے، اور فرمایا کہ معاذ نے جو الفاظ کہے، انہی الفاظ کے ساتھ آیت کا اختتام ہو رہا ہے۔[21]

مذکورہ بالا مثال سے تمکین کی وضاحت بخوبی ہو جاتی ہے کہ ﴿أحسن الخالقين﴾ کا فاصلہ ایسا فاصلہ ہے کہ جو ما قبل سے اس مضبوط انداز سے منسلک و مرتبط ہے کہ سوائے ان الفاظ کے اس کا فاصلہ کوئی اور الفاظ بن ہی نہیں سکتے۔

(۲) تصدیر

تصدیر کا دوسرا نام "رد العجز على الصدر" بھی ہے۔

علم بدیع کے مؤسس، عباسی خلیفہ، ابو العباس، عبد اللہ المعروف علامہ ابن المعتز (م:۲۹۶ھ) نے رد العجز علی الصدر کو اس نام سے موسوم کیا اور اس کی تعریف یوں کی: "هو رد أعجاز الكلام على ما تقدمها" **کلام کے ابتدائی کلمہ کو آخرِ کلام میں مکرر ذکر کرنا**

نیز علامہ ابن المعتز نے اسے علم بدیع کی ایک اہم قسم کے طور پر ذکر کیا ہے۔[22]

"وأما التصدير فهو أن تكون تلك اللفظة بعينها تقدمت في أول الآية" 23

یعنی جو لفظ (مادہ لفظی) ابتداءِ آیت میں گزر چکا ہے، بعینہ اسی لفظ کو دوبارہ ذکر کرنے کا نام تصدیر ہے۔

تصدیر کی تین اقسام ہیں:

(۱) فاصلہ کا آخر اور ابتداءِ کلام کا آخر مادۂ لفظ میں یکساں ہو، مثلاً "اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا"[24]

اس مثال میں ابتداءِ کلام کے آخر میں ﴿يشهدون﴾ اور فاصلہ کے آخر ﴿شهيداً﴾ کا "**شهادة**" کے مادہ میں اشتراک ہے۔

(۲) تصدیر کی دوسری قسم یہ ہے کہ آخرِ فاصلہ، ابتداءِ کلام کے اولین کلمہ کے ساتھ مادۂ لفظی میں مشترک ہو، مثلاً "وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ "[25] اس آیت میں ﴿هب﴾ جو کہ اولین کلمہ ابتداءِ کلام ہے، ﴿الوهاب﴾ کے فاصلہ کے ساتھ مادہ لفظی "وهب" میں موافقت رکھتا ہے۔

(۳) تصدیر کی تیسری قسم میں فاصلہ کا آخر، ابتداءِ کلام کے کسی ایک کلمہ کے ساتھ اشتراکِ لفظی کا حامل ہوتا ہے، مثلاً:

"وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ"[26]

مذکورہ مثال میں ﴿یستھزء ون﴾ جو کہ آخرِ فاصلہ ہے، ﴿استھزئ﴾ کے ساتھ مادہ "استہزاء" میں اشتراکِ لفظی رکھتا ہے۔[27]

(۳) توشیح

عبد العظیم بن الواحد المعروف ابن ابی الاصبع (م:654ھ) توشیح کی تعریف درج ذیل الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

"ہو أن يكون فی أول الكلام معنى إذا علم، علمت منه القافية إن كان شعرا، أو السجع إن كان نثراً، بشرط أن يكون المعنى المتقدم بلفظه من جنس معنى القافية، أو السجعة بلفظه أو من لوازم لفظه"[28]

توشیح یہ ہے کہ ابتداءِ کلام میں کوئی ایسا معنیٰ موجود ہو کہ جس کے جان لینے سے شعر میں قافیہ یا نثر میں سجع کا علم ہو جائے، بشرطیکہ وہ معنیٰ متقدم لفظاً معنیً قافیہ یا سجع کے لفظ یا سجع کے لفظ کے لوازمات میں سے ہو۔

علامہ ابو بکر باقلانی (م:403ھ) نے "اعجاز القرآن" میں توشیح کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے: **"التوشيح وہو أن يشہد أول البيت بقافيته وأول الكلام بآخره"[29]**

شعر میں ابتداءِ کلام قافیہ کلام پر اور نثر میں ابتداءِ کلام آخرِ کلام پر دلالت کرے۔

تصدیر اور توشیح کے مابین فرق

تصدیر اور توشیح میں بظاہر مماثلت محسوس ہوتی ہے مگر در حقیقت دونوں کے مابین واضح فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ تصدیر میں دلالت، دلالتِ لفظی اور توشیح میں پائی جانے والی دلالت، دلالتِ معنوی ہوتی ہے۔[30]

مثلاً فرمانِ الٰہی ہے: "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ"[31]

بلاشبہ اللہ رب العزت نے آدم اور نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو سب جہان والوں کے مقابلہ میں منتخب کر لیا۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ توشیح کی مثال ہے۔ اس آیت مبارکہ میں ﴿العالمین﴾ کا لفظ فاصلہ ہے مگر ابتداءِ کلام کے الفاظ میں کوئی ایسا کلمہ موجود نہیں، جو کہ اس فاصلہ سے موافقت رکھتا ہو لیکن یہاں معنوی موافقت پائی جا رہی ہے اور وہ یوں کہ ﴿العالمین﴾ بمعنی جہانوں، کا معنوی تعلق اور موافقت ابتداءِ کلام میں پائے جانے والے کلمہ ﴿اصطفی﴾ بمعنی انتخاب، کے ساتھ ہے۔ یہ تعلق اس طرح ہے کہ مذکورہ برگزیدہ ہستیوں کا انتخاب تمام جہانوں کے افراد میں سے ہی ہوا ہے۔

(۴) ایغال

"هو أن يستكمل المتكلم معنى كلامه قبل أن يأتي بمقطعه، فإذا أراد الاتيان بذلك، اتى بما يفيد معنىً زائداً على معنى ذلك الكلام"[32]

متکلم اس انداز میں کلام کرے کہ سامع کے ذہن میں اس کے کلام کا مفہوم، کلام کے مقطع یعنی اختتامی کلمات سے پہلے ہی واضح ہو جائے۔ اس صورت میں کلام کے اختتامی کلمات کا ذکر کرنا کسی اضافی نکتے کی وضاحت کے لیے ہوتا ہے۔

ایغال کی مثال سورۃ نمل کی درج ذیل آیات ہیں:

" وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ "[33]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہروں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے ہیں (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔

اس آیت میں ﴿ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ ﴾ تک کے کلام الٰہی سے سامع کو مفہوم سمجھ آجاتا ہے کہ بہرے چونکہ، سننے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں لہذا آپ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انہیں اپنی گفتگو سنانا ممکن نہیں، اگرچہ ابھی مقطعِ کلام یعنی ﴿اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ کا ذکر باقی ہے۔ اس آیت میں ﴿اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ کا مقطع لانے سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ بہرے کو سنانا تو ممکن نہیں، البتہ اسے اشارے وغیرہ سے سمجھانا ممکن ہے، لیکن جب بہرہ پیٹھ پھیر کر چل دے تو اسے افہام کی ہر صورت کی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر وہ پیٹھ نہ پھیر تا تو اسے سمجھانے کی کوئی صورت ممکن ہو سکتی تھی۔

علامہ سیوطی کے نزدیک ایغال کی تعریف یہ ہے:

"وہو الإمعان وہو ختم الكلام بما يفيد نكتة يتم المعنى بدونہا"[34]

ایغال کے معنی کلام کو ایک ایسے مفید نکتہ پر ختم کرنے کے ہیں کہ اگر اس نکتہ کو کلام میں ذکر نہ بھی کیا جائے تو تب بھی معنی مکمل ہو جائے۔ ایغال کا دوسرا نام "امعان" بھی ہے۔

ایغال کی مثال سورۃ یس کی آیات ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

"وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ" [35]

اور شہر کے آخری کنارے سے ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا: اے میری قوم! رسولوں کی اتباع کرو۔ اتباع کرو ان لوگوں کی کہ جو تم سے کوئی صلہ طلب نہیں کرتے اور وہ صحیح راستے پر بھی ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ﴿وہم مہتدون﴾ ایغال کی مثال ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر اسے کلام میں ذکر نہ بھی کیا جاتا تو معنی پورا ہو جاتا کیونکہ خدا کے رسول یقیناً مکمل طور پر ہدایت یافتہ ہی ہوتے ہیں۔ یہاں اس کلام کا استعمال محض مبالغہ کے طور پر ہے۔

ایغال کو "تبلیغ" اور "تتمیم" بھی کہا جاتا ہے اور یہ بلاغت کی ایک اہم نوع شمار ہوتا ہے۔[36]

دو فواصل کی باہم نسبت کے اعتبار سے تقسیم:

علماء بدیع نے سجع کی طرح فواصل کو بھی درج ذیل پانچ اقسام میں منقسم کیا ہے:

(۱) مطرف

(۲) متوازی

(۳) مرصع

(۴) متوازن

(۵) مماثل [37]

(۱) مطرف

علامہ زرکشی اور دیگر حضرات مطرف کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"والمطرف أن يتفقا فى حروف السجع لا فى الوزن" 38

مطرف یہ ہے کہ دونوں فواصل حروفِ سجع میں یکساں ہوں نہ کہ وزن میں۔

مطرف کی مثال سورۃ نبأ کی آیات ہیں۔

"اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا" [39]

اس مثال میں ﴿مهاداً﴾ ایک فاصلہ ہے اور ﴿أوتاداً﴾ دوسرا۔ ان دونوں کا وزن مختلف ہے کیونکہ ﴿**مهاداً**﴾ **"فعول"** کے وزن پر ہے اور ﴿**أوتاداً**﴾ کاوزن **"أفعال"** ہے لیکن حرفِ سجع **"دال"** میں دونوں یکساں ہیں۔

(۲) متوازی

علامہ زرکشی نے متوازی کی تعریف یوں کی ہے:

"وأشرفها المتوازى، وهو أن تتفق الكلمتان فى الوزن وحروف السجع" 40

متوازی یہ ہے کہ دونوں فاصلے وزن اور حروفِ سجع دونوں میں باہم متفق و یکساں ہوں۔

نیز علامہ زرکشی نے فاصلہ کی اس قسم کو اس تقسیم کی دیگر تمام اقسام سے افضل بھی قرار دیا ہے۔

علامہ سیوطی متوازی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والمتوازى أن يتفقا وزناً وتقفيةً ولم يكن ما فى الأولى مقابلاً لما فى الثانية فى الوزن والتقفية" 41

علامہ سیوطی کے نزدیک بھی متوازی کی تعریف وہی ہے جو علامہ زرکشی کے ہاں ہے مگر ایک شرط کا اضافہ ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے فاصلہ کے تمام الفاظ وزن اور قافیہ بندی میں دوسرے فاصلہ کے الفاظ کی طرح نہ ہوں بلکہ دونوں فواصل کے کچھ الفاظ وزن و قافیہ بندی میں مختلف ہوں۔

فاصلۂ متوازی کی مثال قرآن پاک کی آئندہ آیات ہیں:

"فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ" [42]

اس مثال میں ﴿مرفوعة﴾ اور ﴿موضوعة﴾ دونوں کا وزن "مفعولۃ" ہے اور قافیہ بندی میں بھی یکسانیت ہے کیونکہ دونوں کلمات کا قافیہ "عین" ہے لیکن ﴿سرر﴾ اور ﴿أكواب﴾ کا وزن یکساں نہیں ہے۔

(۳) متوازن

علامہ سیوطی متوازی کی تعریف بیان کرتے ہوئے گویا ہیں:

"والمتوازن أن يتفقا في الوزن دون التقفية" 43

متوازن میں دونوں فاصلے وزن میں تو برابر ہوں مگر قافیہ اور سجع میں مختلف ہوں۔

موازنہ کی مثال یہ ہے:

"وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ" 44 اس مثال میں ﴿مصفوفة﴾ اور ﴿مبثوثة﴾ کا وزن تو برابر ہے اور وہ "مفعولۃ" ہے مگر قافیہ بندی میں فرق ہے کیونکہ ﴿مصفوفة﴾ کے آخر میں "فاء" اور ﴿مبثوثة﴾ کے آخر میں "ثاء" ہے۔

(۴) مرصع

علامہ ابن القیم الجوزیہ نے مرصع کی تعریف کرتے ہوئے لکھا:

"وهو أن تكون ألفاظ الكلام مستوية الأوزان متفقة الأعجاز" 45

ان کے نزدیک مرصع یہ ہے کہ کلام کے تمام الفاظ وزن میں یکساں ہوں اور آخرِ کلام بھی وزن میں برابر ہوں۔

اس صنعت کا استعمال قرآن پاک میں کثرت سے ہے۔[46]

اس کی مثال قرآن پاک سے یوں ہے۔"اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ "[47]

مذکورہ بالا مثال میں ﴿نعيم﴾ اور ﴿جحيم﴾ کے فاصلے "فعول" کے وزن پر ہونے کی بناء پر ہم وزن ہیں اور ہم قافیہ بھی ہیں۔ نیز دیگر الفاظِ کلام بھی وزن میں برابر ہیں۔

(۵) مماثل

الاتقان فی علوم القرآن میں مماثل کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"والمماثل أن يتساويا في الوزن دون التقفية وتكون أفراد الأولى مقابلة لما في الثانية، فهو بالنسبة إلى المرصع كالمتوازن بالنسبة إلى المتوازي" 48

یعنی مماثل میں دونوں فواصل وزن میں تو برابر ہوتے ہیں مگر قافیہ بندی میں برابر نہیں ہوتے، اور فاصلۂ اولی وزن میں فاصلۂ ثانیہ کے برابر ہوتا ہے، لہٰذا مماثل کی نسبت مرصع کے ساتھ ویسی ہی ہے جیسی متوازن کی نسبت متوازی کے ساتھ ہے۔

"التحبیر فی علم التفسیر" میں علامہ سیوطی نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف نقل کی ہے:

" فإن كان في إحدى القرينتين أو أكثره مثل ما يقابله من الأخرى فمماثلة" 49

اگر دو یا زیادہ جملوں کے کلمات ایک دوسرے کے ساتھ وزن میں برابر ہوں تو یہ "مماثلة" کہلاتا ہے۔

مماثل کی مثال قرآن پاک سے درج ذیل ہے:

"وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ "[50]

اس مثال میں ﴿المستبين﴾ اور﴿المستقيم﴾ کا وزن تو یکساں ہے مگر "نون" اور "میم" کا قافیہ جدا جدا ہے۔ نیز دیگر الفاظِ کلام بھی وزن میں برابر ہیں۔

فاصلہ کی علم بدیع کے اعتبار سے تقسیم

علم بدیع کے اعتبار سے فاصلۂ قرآنیہ دو اقسام میں منقسم ہوتا ہے:

(۱) تشریع

(۲) استلزام

(۱) تشریع

تشریع کی تعریف یہ ہے کہ شاعر اپنے شعر کی بنیاد دو عروضی اوزان پر اس انداز میں رکھے کہ اگر وہ اس شعر میں سے ایک یا دو اجزاء کو ختم کر دے تب بھی باقی ماندہ شعر دوسرے وزن پر پورا اترے۔

علماء کا ایک گروہ اس قسم کو شعر کے ساتھ مخصوص سمجھتا ہے جبکہ دیگر حضرات کا خیال یہ ہے کہ تشریع شعر کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی پائی جاتی ہے۔ تشریع کے نثر میں استعمال کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کلام دو اسجاع پر مبنی ہو اور اگر ان میں سے پہلی سجع پر اکتفاء کر لیا جائے تب بھی کلام کی افادیت تام رہے اور اگر دوسری سجع کو بھی ساتھ منسلک کر دیا جائے تب بھی کلام اپنی افادیت اور کمال میں حالتِ سابقہ پر برقرار رہے، مگر جس قدر الفاظ کا اضافہ ہوا ہے، اسی قدر معنوی اضافہ بھی ہو جائے۔

علامہ سیوطی نے تشریع کی مثال میں سورۃ الطلاق کی درج ذیل آیت پیش کی ہے۔

"لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا" [51]،[52]

تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالی کا علم ہر شئ پر محیط ہے۔

اس مثال میں پہلی آیت کا فاصلہ ﴿قَدِيْر﴾ یعنی اللہ کا ہر چیز پر مکمل قدرت کا حامل ہونا، دوسری آیت کے فاصلے ﴿عِلْمًا﴾ یعنی اللہ کا ہر امر پر علم رکھنے کو بھی شامل ہے۔

"تلخیص المفتاح" کے مصنف لکھتے ہیں:

"التشريع ہو بناء البيت على قافيتين، يصح المعنى عند الوقوف على كل منہما"53

تشریع یہ ہے کہ شعر کی بنیاد دو قافیوں پر اس انداز میں ہو کہ ان میں سے ہر ایک پر وقف کرنے سے معنی درست ہو۔

"المطول" میں مذکورہ تعریف پر یہ اضافہ ہے کہ "دو قافیوں میں سے ہر ایک پر وقف کرنے سے نہ صرف معنی درست ہو گا بلکہ وزنِ شعری میں بھی کوئی خلل واقع نہیں ہو گا"۔ نیز تشریع کے دو مزید نام بھی مذکور ہیں، جو کہ "توشیح" اور "ذوالقافیتین" ہیں۔[54] اس کا نام ابن ابی الاصبع نے "توأم" رکھا ہے۔[55]

(۲) استلزام

علامہ سیوطی نے استلزام کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

" الاستلزام، ویسمی لزوم ما لا یلزم، وہو أن یلتزم فی الشعر أو النثر حرفاً أو حرفین فصاعداً قبل الروی56 بشرط عدم الکلفة"[57]

استلزام، جسے "لزوم مالا یلزم" بھی کہتے ہیں، یہ ہے کہ شعر کے مصرعوں، یا نثر کے جملوں کے آخری کلمات میں بغیر کسی تکلف کے اور سہولت کے ساتھ اس امر کا التزام کیا جائے کہ آخری حرف سے پہلے ایک، دو یا زیادہ ایک جیسے حروف لائے جائیں یعنی آخری کلمات میں ہم جنس الفاظ کو مکرر لایا جائے۔

علامہ ابن القیم جوزیہ نے اسے "تضییق" "تشدید" اور "اعنات" کا نام بھی دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ صنفِ بدیع قرآن پاک میں کثیر الاستعمال ہے۔[58]

تلخیص المفتاح میں درج ذیل تعریف منقول ہے:

"لزوم ما لا یلزم وہو أن یجیئ قبل حرف الروی أو ما فی معناه من الفاصلة ما لیس بلازم فی السجع"59

"لزوم مالا یلزم" یہ ہے کہ شعر میں آخری حرف یا نثر / فاصلہ میں آخری حرف سے پہلے ایک ایسے امر کا التزام کرنا جو کہ سجع بندی میں لازم نہیں یعنی ایک جیسے حروف کا تکرار۔

آخری حرف سے پہلے ایک حرف کلام میں مکرر ہو، اس کی مثال یہ ہے۔

"فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ"[60]

اس مثال میں آخری حرف "راء" سے پہلے دونوں آیات میں "ہاء" کا حرف مکرر ہے۔

دو حروف کے تکرار کی مثال یہ ہے۔

"نٓ ۚ وَٱلْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَآ أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۚ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ"

اس مثال میں آخری حرف "نون" سے پہلے دو حروف "نون" اور "واؤ" کا تکرار ہے۔

تین حروف کی مثال درج ذیل ہے:

"تَذَكَّرُواْ فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي ٱلْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ"[61]

یہاں آخری حرف "نون" سے ماقبل "صاد" "راء" اور "واؤ" کا تکرار ہے۔

حاصل کلام:

- کسی بھی کلام کی قدر و قیمت کا اندازہ متکلم کے علمی مقام سے لگایا جاتا ہے، بالفاظِ دیگر کلام کا مرتبہ و مقام کلام کرنے والے کی ذکاوت وبلاغت کے معیار پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر گفتگو کرنے والا ذہین، فطین اور حکیم شخص ہو گا تو یقیناً اس کا کلام بھی ذکاوت، حکمت اور بلاغت کی صفات کے ساتھ متصف ہو گا اور اگر صورت حال یہ ہے کہ متکلم ان اوصافِ حمیدہ کے ساتھ متصف نہیں ہو گا تو اس کا کلام بھی درج بالا عمدہ اوصاف سے تہی دامن ہو گا۔ قرآن مجید ایک علیم وخبیر اور حکیم وبلیغ ہستی کا کلام ہے اور اسی بناء پر تمام علوم وفنون اور حِکَم وبلاغت کا منبع و سرچشمہ ہے۔ ہر ذی استعداد اور صاحبِ علم انسان ایک مقام پر جا کر اللہ رب العزت کی صفات کی برتری اور اپنی کم علمی و کم مائیگی کا اعتراف یوں کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

"سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ "[62]

اے اللہ! آپ پاک ہیں، ہمیں علم نہیں ماسوائے اس کے جو آپ ہمیں سکھلا دیں، بیشک آپ بہت جاننے والے، حکمت والے ہیں۔

- قرآن پاک کی بلاغت وحکمت کا اظہار وبیان کرنے کیلئے محض یہی کہہ دینا کافی ہو گا کہ یہ کلام، اللہ رب العزت جیسی حکیم وبلیغ ذات کی طرف سے نازل کردہ ہے۔
- علماء بلاغت وادب نے فواصلِ قرآنیہ کو بلاغت کی ایک اہم قسم قرار دیتے ہوئے سراپائے بلاغت شمار کیا ہے۔ فواصلِ آیاتِ قرآنیہ اپنے بہترین اندازِ تالیف، عمدہ ترتیب، جید اسلوب، حسنِ عبارت، معنی مراد پر باحسن دلالت اور افہام معانی جیسی بہترین خوبیوں کے حامل ہونے کی بناء پر بلاغت کے ایسے اعلیٰ ترین معیار پر فائز ہیں کہ جن کا تصور بھی انسانی طاقت واستعداد سے خارج ہے، نیز ہم شکل وہم صوت فواصلِ آیات، کلام کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔
- قرآنی فواصل بلاغت وحکمت ہیں کیونکہ یہ تفہیم المعنی إلی السامع کی ضرورت کو احسن انداز میں پورا کر دیتے ہیں۔
- فواصل میں یہ فائدہ بھی مضمر ہے کہ یہ اختتام کلام پر دلالت کرتے ہیں، اختتام کلام کو ہم شکل صورت میں لا کر خوبصورت بناتے ہیں اور ان جیسے نظائر دوسری آیات میں بھی لے کر آتے ہیں۔
- علماءِ بلاغت نے فواصلِ قرآنیہ اور سجع میں فرق کرتے ہوئے فاصلہ کی خوبی یہ بیان کی ہے کہ ان میں الفاظ کے بجائے مفہوم مقصود بالذات ہوتا ہے اور ان کے برعکس سجع میں الفاظ مقصود بالذات ہوتے ہیں، کیونکہ سجع کا مقصود الفاظ کا ظاہری حسن اور کلام کا ہم وزن ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی فواصل کو سجع کے نام سے موسوم نہیں کیا جاتا۔

- فواصلِ قرآنیہ کی بلاغت کی وجوہ میں سے اہم ترین یہ ہے کہ قرآن پاک میں کلام کیلئے وہی منہج واسلوب اپنایا گیا ہے کہ جو عربی کتب کا اسلوب ہے البتہ قرآن پاک کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں کلام کا اختتام ایسے کلمات پر کیا جاتا ہے کہ جہاں کلام کو ختم کرنے کا حق ہے۔ اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ لغتِ عرب میں وقف کیلئے ایسے مقام کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ جہاں سانس ختم ہو جائے اور کلام میں نشاط اپنی انتہاء کو پہنچ جائے۔[63]
- علامہ زرکشی کے مطابق متکلم کا فاصلۂ قرآنیہ پر استراحت کے لیے وقف کرنا ایک ایسا طریقہ ہے جس سے کلام میں لفظی خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور اس بنیاد پر کلام اللہ دیگر کلاموں پر فائق اور منفرد قرار پاتا ہے۔[64]
- فواصلِ قرآنیہ کی تین مختلف جہات سے متعلقہ اقسام میں سے ہر ایک تقسیم اور ہر ایک قسم وصنف، بلاغت کا بے مثال شاہکار ہے۔
- فاصلۂ قرآن کی پہلی تقسیم کی اقسام میں سے "تمکین" ایک ایسی صنفِ کلام ہے کہ جس کا بلیغ، محکم اور مربوط اندازِ کلام سننے والے کے دل میں گھر کر جاتا ہے اور سامع اس کلام سے بھرپور استفادہ کرتا ہے کہ اس کی علمی تشنگی کو سیرابی نصیب ہو جاتی ہے، لہٰذا یہ قسم بلاغت کے معیارات پر پورا اترتی ہے۔ دیگر اقسام بھی اس صنف کی ہم پلہ ہیں۔
- "توشیح" اور "رد العجز علی الصدر" علمِ بدیع کی مستقل صناعات ہیں جو کہ محسناتِ لفظیہ کے قبیل سے ہیں، نیز چوتھی قسم "ایغال" بھی علمِ معانی کی مشہور صنفِ کلام "اطناب" سے تعلق رکھتی ہے۔ علم بدیع کے مؤسس، عباسی خلیفہ، علامہ ابن المعتز نے رد العجز علی الصدر کو اس نام سے موسوم کیا اور اسے علمِ بدیع کی ایک اہم قسم کے طور پر ذکر کیا ہے۔ نیز توشیح اور ایغال وغیرہ کو اپنی معروف کتاب "البدیع" میں شامل کیا ہے۔
- علامہ باقلانی نے اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف "اعجاز القرآن" میں "فصل فی ذکر البدیع من الکلام" کے عنوان کے تحت قرآن پاک کی صناعاتِ بدیعیہ وبلاغیہ کا ذکر کرتے ہوئے ایغال، توشیح اور رد العجز علی الصدر کو بھی ان صناعات میں سے شمار کیا ہے۔
- قرآنی فاصلہ کی دوسری تقسیم علماء بلاغت نے کی ہے اور ان تمام اقسام کو بلاغت کا محور قرار دیتے ہوئے کتبِ بلاغت میں خصوصیت سے بیان کیا ہے۔
- علامہ زرکشی نے متوازن، مطرف، متوازی کو علم بدیع کی اہم انواع کے طور پر بیان کیا ہے۔
- مرصع کا استعمال قرآن پاک میں بکثرت کیا گیا ہے
- قرآنی فواصل کی تیسری تقسیم کی تشریع اور استلزام کی طرف تقسیم وجہ تو بلاشبہ بدیعی جہت ہی ہے۔ کتبِ متداولۂ بلاغت میں ان کا تذکرہ اس بات پر شاہد ہے۔

- فواصل قرآنیہ ہر جہت، ہر پہلو اور ہر اعتبار سے بلاغت کے عمدہ معیار پر فائز ہیں، اور یہ امر ائمہ بلاغت کے ہاں مسلمہ ہے۔ نیز فواصل کی یہی بلاغت قرآن پاک کا زندہ و جاوید معجزہ بھی قرار پاتی ہے۔

حوالہ جات

---

[1] ابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم افریقی، لسان العرب، تحقیق علی شیری، (لبنان: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۸۸ء)۱/۴۸۶-۴۸۷۔

Ibn e Manzoor Jamal ud-din Muhammad ibn e Mukarram Afriqi, Lisan al-Arab, ed. Ali Sheri (Lebanon: Daar-e Iḥya al Traath al Arbi, 1988), 1/486-7.

[2] ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، (پاکستان: نور محمد کارخانہ کتب، س ن) ۶۰۔

Abu al-Qasim Husain ibn Muhammad Raaghib Asfahani, al-Mufradaat fi Gharib al-Quran(Pakistan: Noor Muhammad kaarkhanah kutub, n.d.), 60.

Edward William Lane, An Arabic-English Lexicon, (India: Asian Educational Services, 2003) 1/250-251.[3]

[4] ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ، البیان والتبیین، تحقیق فوزی عطوی (لبنان: دار صعب، س ن) ،۱/۷۵۔

Abu Uthman Amr bin Bahar Jahiz, Al-Bayan wa Tabyeen, ed. Fawzi Atwi (Lebnon: Daar Sa'b, n.d.), 1/75.

[5] علامہ ابو عیسیٰ علی بن عیسی رمانی، النکت فی اعجاز القرآن(مطبوع ضمن: ثلاث رسائل فی اعجاز القرآن)، تحقیق محمد خلف اللہ، محمد زغلول سلام، (مصر، دار المعارف، ۱۹۷۶ء)75-76۔

Allama Abu Isa Ali ibn e Isa Ramani, al-Nukat fi Ijaz al-Quran (Matbu Zimna: Thalath Rasail fi Ijaz al Quran), ed. Muhammad Khalaf Allah, Muhammad Zaghlul Salam (Misr, Daar al-Ma'rif, 1996), 75-76.

[6] ابو ہلال حسن بن عبد اللہ عسکری، الصناعتین الکتابۃ والشعر، تحقیق علی محمد بجاوی، (لبنان: مکتبہ عصریہ، ۱۹۸۶ء) ۱۰۔

Abu Hilal Hassan ibn Abdullah Askari, As Sana'atain al Kitabah wa al-shi'r, ed. Ali Muhammd Bajawi (Lebanon: Maktabah Asriya, 1986), 10.

[7] اصفہانی، المفردات،۶۱-۶۰۔

Asfahani, al-Mufradaat, 20-21.

[8] خطیب جلال الدین محمد بن عبد الرحمان قزوینی، تلخیص المفتاح (پاکستان: مکتبہ بشریٰ،۲۰۱۰ء) ،۱۰۔

Khateeb Jalal ud-din Muhammad ibn Abdul Rahman Qazwini, Talkhees al-Miftah (Pakistan: Maktabah Bushra, 2010), 10.

[9] فصاحت کا مفہوم ان الفاظ سے عبارت ہے کہ جو واضح ہوں، سریع الفہم ہوں اور اپنی لغوی خوبصورتی کی وجہ سے مصنفین اور شعراء کے ہاں مانوس الاستعمال ہوں۔ نیز فصاحت کا تعلق کلمہ، کلام اور متکلم تینوں کے ساتھ ہوتا ہے۔("الفصاحة: في اصطلاح أهل المعاني، عبارة عن الألفاظ البينة الظاهرة، المتبادرة إلى الفهم، والمأنوسة الاستعمال بين الكتّاب والشّعراء لمكان حسنها. وهي تقع وصفا للكلمة، والكلام، والمتكلّم" احمد بن ابراہیم بن مصطفی ہاشمی، جواہر البلاغہ فی المعانی والبیان والبدیع (لبنان: مکتبہ عصریہ، ۱۹۹۹ء) ،۱۹۔

The meaning of eloquence is related to the words which are clear, easy to understand and familiar to writers and poets due to the lexical beauty. Morover, eloquence is associated with the word, speech and speaker. See Ahmed

ibn Ibrahim ibn Mustafa Hashmi, Jawahr al-Balagha fil-Ma'ani wa al-Bayan wa al-Badi (Lebanon: Maktabah Asriya, 1999), 19.

[10] رمانی، النکت فی اعجاز القرآن، 75-76۔

Ramani, al-Nukat fi Ijaz al-Quran, 75-76.

[11] قزوینی، تلخیص المفتاح، ۱۰۔

Qazwini, Talkhees al-Miftah, 10.

[12] احمد بن علی بن عبد الکافی بہاء الدین سبکی، عروس الافراح فی شرح تلخیص المفتاح، تحقیق عبد الحمید ہنداوی (لبنان: مکتبہ عصریہ، 2003ء)، ۴۶۔

Ahmed ibn Ali ibn Abd al-Kafi Bahauddin Subki, Uroos al-Ifrah fi Sharh Talkhees al-Miftah, ed. Abdul Hameed Hindawi (Lebanon: Maktabah Asriya, 2003), 46.

[13] "فاصلہ قرآنی **آیات کے آخری کلمہ** کو کہا جاتا ہے اور قرآنی آیات میں اس کی حیثیت وہی ہے، جو شعر میں قافیہ کی اور سجع میں قرینہ کی ہوتی ہے. علامہ دانی نے فاصلہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ قرآنی جملے کا آخری کلمہ فاصلہ کہلاتا ہے۔ جب متکلم دورانِ کلام میں فاصلۂ قرآنیہ پر وقفِ استراحت کرتا ہے تو اس سے کلام میں لفظی خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔"وهي كلمة آخر الآية كقافية الشعر وقرينة السجع ---وقال الداني: كلمة آخر الجملة---وتقع الفاصلة عند الاستراحة في الخطاب لتحسين الكلام بها"
ابو عبد اللہ بدر الدین زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم (لبنان: دار احیاء الکتب العربیہ، 1957ء) ۱/۵۳-۵۴۔

Fasilah is the last word of the Quranic verses and its position in the Quranic verses is the same as that of the rhyme in the poetry and that of the Saja' (euphemism) in the Qarina (contextual indicator). Allama Daani mentioned same definition while defining Fasilah that this is the last word of the Quranic sentence. When the speaker rests on the Qur'anic interval during the speech, it creates a literal beauty in the speech. See Abu Abdullah Badr Uddin Zarkashi, al-Burhan fi Uloom ul Quran, ed. Muhammad Abu al-Fazal Ibrahim (Lebanon, Daar e Ihya al-Kutub al-Arbiyah, 1957), 1/53-54.

"أكثر فواصل القرآن الكريم بنيت على أربعة أحرف، هي:(ن،ر،ل،م)" قرآنی فواصل میں سے اکثر کا اختتام چار حروف: (ن، ر، ل اور م) میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے ۔ ابراہیم محمد جرمی، معجم علوم القرآن (شام: دار القلم، ۲۰۰۱ء) ۲۱۲۔

Most of the Qur'anic verses end in one of four letters ن,ر,ل: and م .See Ibrahim Muhammad Jarmi, Maujam Uloom al-Quran (Syria: Daar al-Qalam, 2001), 212.

[14] محمد حسناوی، الفاصلۃ فی القرآن (عمان: دار عمار، ۲۰۰۰ء)، ۲۵۔

Muhammad Hasnawi, al-Fasilah fil Quran (Oman: Daar e Ammar, 2000), 25.

[15] رمانی، النکت فی اعجاز القرآن، ص۷۶؛ محمد بن طیب ابو بکر باقلانی، اعجاز القرآن، تحقیق سید احمد صقر (مصر: دار المعارف، 1997ء)، ۱۲؛ عبد القاہر بن عبد الرحمن جرجانی، الرسالۃ الشافیۃ (مطبوع ضمن: ثلاث رسائل فی اعجاز القرآن)، تحقیق محمد خلف اللہ، محمد زغلول سلام (مصر: دار المعارف، طبع سوم، ۱۹۷۶ء)، ۱۶۴۔

Ramani, al-Nukat fi Ijaz al-Quran, 76; Muhammad ibn Tayyab Abu Bakar Baqilani, Ijaz al-Quran, ed. Seyyed Ahmed Saqar (Misr: Daar al-Ma'arif, 1997), 12; Abdul Qahir ibn Abdul Rahman Jurjani, al-Risalah al-Shafiah (Matbu Zimna: Thalath Rasail fi Ijaz al Quran), ed. Muhammad Khalaf Allah, Muhammad Zaghlul Salam (Misr, Daar al-Ma'rif, 1976), 164.

[16] مناع بن خلیل قطان، مباحث فی علوم القرآن (لبنان: مکتبہ المعارف، 2000ء)، ۱۵۳۔

Mana ibn Khalil Qatan, Mabahith fi Uloom al-Quran (Lebonan: Maktabah al-Ma'arif, 2000), 153.

[17] مولانا محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمن کیرانوی عثمانی، اظہار الحق، تحقیق خلیل ملکاوی (سعودی عرب: الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیہ والافتاء، 1989ء) ۳/ ۷۸۵۔

Maulana Muhammad Rahmat ullah ibn Khalil ur Rahman Keranwi Uthmani, Izhar ul-Haq, ed. Khalil Malkawi (Saudi Arabia: al-Raasa tul Aama li Idaraat al-Bahoos al-Ilmiyah wal Ifta, 1989), 3/785.

[18] زرکشی، البرھان فی علوم القرآن، ۱/ ۷۹۔

Zarkashi, al-Burhan fi Uloom al-Quran, 1/79.

[19] جلال الدین عبدالرحمن سیوطی، معترک الاقران فی اعجاز القرآن، تحقیق احمد شمس الدین (سعودی عرب: دار الباز، ۱۹۸۸ء) ، ۱/ ۳۱۔

Jalal Uddin Abdul Rahman Suyyuti, Mu'tarik al- Aqran fi Ijaz al-Quran, ed. Ahmed Shams Uddin (Saudi Arabia: Daar al-Baaz, 1988), 1/31.

[20] المؤمنون ۲۳: ۱۲-۱۴۔

Al-Muminun 32: 14-16.

[21] علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (مصر: دار الریان للتراث، ۱۹۹۳ء) ، ۷/ ۷۲۰؛ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ، تحقیق: ناصر بن عبدالعزیز شتری (سعودی عرب: دار العاصمہ، ۱۴۱۹ھ) ، ۱۵/ ۶۶۔

Ali ibn Abi Bakar Haithmi, Majma al-Zawaid wa Manba al-Fawaid (Misr: Daar al-Riyan li-Taraath, 1993), 7/720; Ahmed ibn Ali abn Hajar Asqalani, al-Matalib al-Aliyah bi Zawaid al-Masaneed al-Thamaniyah, ed. Nasir ibn Abdul Aziz Shatri (Saudi Arabia: Daar al-Asimah, 1419), 15/22.

[22] ابو العباس عبداللہ بن محمد المعتز باللہ عباسی، البدیع، تحقیق عرفان مطرجی (لبنان: مؤسسہ الکتب الثقافیہ، ۲۰۱۲ء) ، ۶۲۔

Abul Abbas Abdullah ibn Muhammad al-Mautiz billah Abbassi, al-Badi, ed. Irfan Matarji (Labonan: Mosasa al-Kutub al-Saqafiyah, 2012), 62.

[23] سعد الدین تفتازانی، مختصر المعانی (پاکستان: المیزان، س ن)، ۳۰۹ ۔

Saad Uddin Taftazani, Mukhtasir al-Ma'ani (Pakistan: al-Meezan, n.d.), 309.

[24] النساء، ۴ :۱۶۶۔

Al-Nisa, 4:166.

[25] آل عمران، ۳: ۸۔

Al-Imran, 3:8.

[26] الانبیاء، ۲۱: ۴۱۔

Al-Anbiya, 21:41.

[27] ابن ابی الاصبع مصری، تحریر التحبیر فی صناعۃ الشعر والنثر وبیان اعجاز القرآن، تحقیق حفنی محمد شرف (کویت: لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، ۱۹۵۷ء)، ۱۶۶؛ حسناوی، الفاصلۃ فی القرآن، ۲۸۹-۲۹۰۔

Ibn Abi al-Asba Misri, Tahrir al-Tahbir fi Sana'ah al Shi'r wa al-Nathar wa Bayan Ijaz al-Quran, ed. Hanfi Muhammad Sharf (Kuwait: lijannah Ihya al-Taraath al-Islami, 1957), 166; Hasnawi, al-Fasila fil Quran, 289-90.

[28] ابن ابی الاصبع مصری، بدیع القرآن المجید، تحقیق حفنی محمد شرف (مصر: مکتبہ نہضہ، ۱۹۵۷ء)، ۹۰۔

Ibn Abi al-Asba Misri, Badi al-Quran al-Majeed, ed. Hanfi Muhammad Sharf (Misr: Maktabah Nahdha, 1957), 90.

[29] باقلانی، اعجاز القرآن، ۹۲۔

Baqilani, Ijaz al-Quran,92.

[30] جلال الدین عبد الرحمن سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق استاذ محمد سکر، استاذ مصطفی قصاص (سعودی عرب، مکتبۃ المعارف، ۱۹۹۶ء)، ۲/ ۲۸۷۔

Jalal Uddin Abdul Rahman Suyyuti, al-Itteqaan fi Uloom al-Quran, ed. Muhammad Sakar and Mustafa Qisaas (Saudi Arabia: Maktabah al-Ma'arif, 1996), 2/287.

[31] آل عمران ۳: ۳۳۔

Al-Imran, 3: 33.

[32] ابن ابی الاصبع، بدیع القرآن المجید، ۹۱۔

Ibn Abi al-Asba, Badi al-Quran al-Majeed, 91.

[33] نمل، ۲۷: ۸۰۔

Namal, 27:80.

[34] سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۲/ ۲۰۴۔

Suyyuti, al-Itteqaan fi Uloom ul-Quran, 2/204.

[35] یٰس ۳۶: ۲۰، ۲۱۔

Yasin, 36:20-21.

[36] عبد الرحیم بن احمد عباسی، معاہد التنصیص علی شواہد التلخیص (لبنان: عالم الکتب، س ن)، ۱/ ۳۵۷۔

Abd al-Raheem Ahmed Abbassi, Ma'ahid al-Tansees ala Shawahid li-Talkhees (Lebanon: Alam al-Kutub, n.d.), 1/357.

[37] سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۲/ ۲۸۸۔

Suyyuti, al-Itteqaan fi Uloom ul-Quran, 2/288.

[38] زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ۱/ ۱۰۵؛ عبد الکریم خطیب، اعجاز القرآن: الاعجاز فی دراسات السابقین دراسۃ کاشفۃ لخصائص البلاغۃ العربیۃ ومعاییرھا (مصر: دار الفکر العربی، ۱۹۶۴ء) ۲۱۶؛ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیۃ، الفوائد المشوّق الی علوم القرآن وعلم البیان (لبنان: دار الکتب العلمیۃ، س ن)، ۲۲۶-۲۲۷؛ سعد الدین تفتازانی، المطوّل فی شرح تلخیص المفتاح (بھارت: مطبع مجتبائی، س ن)، ۴۱۶۔

Zarkashi, al-Burhan fi Uloom al-Quran, 1/105; Abdul Kareem Khateeb, al-Ijaz fi Dirasat al-Sabiqeen Dirasah Kashifah li khasais al-Balaghah al-Arabiyah wa Ma'ayiriha (Misr: Daar al-Fikr al-Arabi, 1964), 216; Shams al-Din Muhammad bin Abi Bakar ibn al-Qayyim Jawziyah, Al fawaid al-Mushawwiq ila Uloom al-Quran wa Ilm al-Bayan (Lebonan: Daar al-Kutub al-Ilmiyah, n.d.), 226-67; Sa'ad al-Din Taftazani, al-Mutawwal fi Sharah Talkhees al-Miftah (India: Matba Mujtabai, n.d.), 416.

[39] النبا ۷۸: ۶-۷۔

Al-Naba 78:6-7.

[40] زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ۱/ ۱۰۴۔

Zarkashi, al-Burhan fi Uloom al-Quran, 1/104.

[41] سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۲/ ۲۸۸۔

Suyyuti, al-Itteqaan fi Uloom ul-Quran, 2/288.

[42] الغاشیہ ۸۸:۱۳-۱۴۔

Al-Ghashia 88:13-14.

[43] سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۲/۲۸۸۔

Suyyuti, al-Itteqaan fi Uloom ul-Quran, 2/288.

[44] الغاشیہ ۸۸:۱۵-۱۶۔

Al-Ghashia 88:13-14.

[45] ابن القیم، الفوائد المشوّق، ۲۲۹۔

Ibn al-Qayyim, Al fawaid al-Mushawwiq, 229.

[46] محوّلہ بالا۔

Ibib.

[47] الانفطار ۸۲:۱۳-۱۴۔

Al-Infitar 82: 13-14.

[48] سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۲/۲۸۸۔

Suyyuti, al-Itteqaan fi Uloom ul-Quran, 2/288.

[49] جلال الدین عبد الرحمن سیوطی، التحبیر فی علم التفسیر، تحقیق فتحی عبد القادر فرید (پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۳۶۳ھ)، ۳۰۴۔

Jalal Uddin Abdul Rahman Suyyuti, al-Tahbeer fi Ilm al-Tafseer, ed. Fathi Adbul Qadir Farid (Pakistan: Daar al-Nashar al-Kutub al-Islamiyah, 1364), 304.

[50] الصافات ۳۷:۱۱۷-۱۱۸۔

Al-Safaat 37: 117-118.

[51] الطلاق، ۶۵:۱۲۔

Al-Talaq 65: 12.

[52] سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۲/۲۸۸-۲۸۹۔

Suyyuti, al-Itteqaan fi Uloom ul-Quran, 2/288.

[53] خطیب قزوینی، تلخیص المفتاح، ۱۳۸۔

Qazwini, Talkhees al-Miftah, 138.

[54] تفتازانی، المطول، ۴۲۱۔

Taftazani, al-Mutawwal, 421.

[55] ابن ابی الاصبع، بدیع القرآن المجید، ۲۳۱۔

Ibn Abi al-Asba, Badi al-Quran al-Majeed, 231.

[56] حرفِ روی قصیدہ کا وہ آخری حرف ہے جس پر قصیدہ کی بنیاد اور جس کی طرف قصیدہ منسوب اور موسوم ہوتا ہے، مثال کے طور پر دال پر ختم ہونے والا قصیدہ، قصیدہ دالیّہ اور تاء پر ختم ہونے والا قصیدہ، قصیدہ تائیہ کہلاتا ہے۔ "الروی ھو الحرف الذی تبنی علیہ القصیدۃ وتنسب الیہ فیقال قصیدۃ دالیۃ او تائیۃ" (سید شریف جرجانی (م: 816ھ)، التعریفات، تحقیق ابراہیم ابیاری، (لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۵ھ) ۱۵۱۔)

"الروی وھوالحرف الذی تنبی علیہ أواخر الأبیات أوالفقر" (عباسی، معاہد التنصیص علی شواہد التلخیص، ۲/۲۳۷) یعنی اشعار یا جملوں کا وہ آخری حرف، حرفِ روی کہلاتا ہے جس کی طرف، اشعار یا جملے منسوب ہوتے ہیں۔

Rhyme-letter is the last letter of an epic poem or sentence (qasīdah) which an epic poem is named after, e.g., Qasīdah Dāliyyah is the one which has its last letter as Dāl as well as the epic poem which has its rhyme-letter as Tā' is called Qasīdah Tāiyyah. See Seyyed Sharif Jarjani, Al-Ta'rifaat, e.d. Ibrahim Abyari (Lebanon: Daar al-Kutub al-Arabi, 1405), 151.

That is, the last letter of the poems or sentences is called the character letter to which the poems or sentences are attributed. See Abbassi, Ma'ahid al-Tansees ala Shawahid li-Talkhees, 2/237.

57 سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۲/۲۸۹۔

Suyyuti, al-Itteqaan fi Uloom ul-Quran, 2/288.

58 ابن القیم، الفوائد المشوّق، ۲۳۴-۲۳۵۔

Ibn al-Qayyim, Al fawaid al-Mushawwiq, 234-35.

59 قزوینی، تلخیص المفتاح، ۱۳۹۔

Qazwini, Talkhees al-Miftah, 139.

60 القلم ۶۸: ۱-۳۔

Al-Qalam 68: 1-3.

61 الضحیٰ ۹۳: ۹-۱۰۔

Al-Dhuha 93:9-10.

62 البقرۃ ۲: ۳۲۔

Al-Baqarah 2: 32.

63 شیخ احمد شاہ ولی اللہ دہلوی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (پاکستان: قدیمی کتب خانہ، س ن)، ۶۸۔

Sheikh Ahmed Shah Wali Ullah Dehalwi, al-Fawz al-Kabir fi Usool al-Tafsir (Pakistan: Qadeemi Kutub Khana, n.d.), 68.

64 زرکشی، البرھان فی علوم القرآن، ۱/۵۴۔

Zarkashi, al-Burhan fi Uloom al-Quran, 1/54.